مرثیہ

مرثیہ عربی زبان کے لفظ "رثا" سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ماتم ہیں لیکن اصطلاح میں مرثیہ ایک صنفِ سخن ہے جس میں کسی شخص کے دنیا سے اٹھ جانے پر اپنے جذباتِ غم کا اظہار کیا جاتا ہے اور مرحوم کی خوبیوں کو بیان کر کے اُسے خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً غالب کی وفات پر مولانا حالی نے اپنی والدہ کی وفات پر علامہ اقبال نے مرثیہ لکھا۔ مرثیے کے اس عام مفہوم کے علاوہ اردو میں مرثیے کا ایک خاص مفہوم بھی ہے یعنی شہدائے کربلا کا مرثیہ۔ شہدائے کربلا کا مرثیہ بنیادی طور پر مذہبی مزاج رکھتا ہے اور مجالسِ عزا میں پڑھے جانے کے لیے لکھا جاتا ہے۔

مرثیے کو مندرجہ ذیل نو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(i) چہرہ: مرثیے کی ابتدا یا تمہید کو چہرہ کہتے ہیں۔ اس میں شاعر حمد، نعت یا منظر کشی کے مضامین باندھتا ہے۔

(ii) سراپا: اس میں شاعر اپنے ممدوح کا تعارف کراتا ہے اور اس کی مختلف خوبیاں بیان کرتا ہے۔

(iii) رخصت: اس حصے میں شاعر اپنے ممدوح کی میدانِ جنگ کی طرف روانگی کا منظر پیش کرتا ہے۔

(iv) آمد: اس میں شاعر اپنے ممدوح کی میدانِ جنگ میں آمد کا سماں پیش کرتا ہے۔

(v) رجز: اس حصے میں شاعر کا ممدوح میدانِ جنگ میں پہنچ کر دشمن کے سامنے اپنی عظمت، خاندانی وقار و بلندی اور اپنے مقصد کی صداقت وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور اُسے راہِ حق اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

(vi) جنگ: اس حصے میں شاعر اس جنگ کا نقشہ کھینچتا ہے جو شاعر کے ممدوح اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس حصے میں ممدوح کے گھوڑے اور تلوار وغیرہ کی تعریف بھی کی جاتی ہے۔

(vii) شہادت: اگر جنگ میں شاعر کا ممدوح شہید ہو جائے تو اس حصے میں اس کی شجاعت کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کی شہادت کے واقعات کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔ شہادت کے واقعات عام طور پر نہایت جذباتی انداز میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(viii) بَین: اس حصے میں ممدوح کے عزیز و اقربا اس کی شہادت پر انتہائی جذباتی انداز میں اظہارِ غم کرتے ہیں۔

(ix) دعا: اس حصے میں شاعر خاص طور پر شہدائے کرام اور پھر ملتِ اسلامیہ کے تمام افراد کے لیے بلندیٔ درجات کی دعا کرتا ہے اور یوں اس دعا پر مرثیے کا اختتام ہو جاتا ہے۔

اردو زبان میں مرثیہ نگاری کا آغاز دکن میں بیجاپور اور گولکنڈہ سے ہوا جہاں کے عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتوں کے بانی عقائد کے اعتبار سے شیعہ تھے۔ وجہی، غواصی، لطیف، کاظم شاہی اور ہاشم اس دور کے مشہور مرثیہ نگار تھے۔ شمالی ہند میں اگرچہ سودا سے پہلے بھی بعض مرثیہ گو شعرا کے نام ملتے ہیں لیکن سودا نے مرثیہ گوئی کے فن کو بعض نئی جہتوں سے آشنا کیا۔ اس کے بعد لکھنؤ میں مرثیہ کو نہایت سازگار فضا میسر آئی۔ یہاں پر خلیق اور ضمیر کے بعد انیس اور دبیر کے نام مرثیہ نگاری کے آسمان پر درخشندہ ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ان دونوں شاعروں نے مرثیہ نگاری کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔

میر ببر علی انیسؔ

سالِ ولادت: ۱۸۰۰ء　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　سالِ وفات: ۱۸۷۴ء

ممتاز مرثیہ گو میر ببر علی انیسؔ فیض آباد کے ایک معروف علمی وادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام ببر علی اور انیسؔ تخلص تھا۔ ان کے والد کا نام میر خلیق تھا۔ میر خلیق اپنے وقت کے مشہور مرثیہ گو شاعر تھے جب کہ ان کے دادا میر حسن (مثنوی سحر البیان کے خالق) صاحب دیوان شاعر اور مشہور مثنوی نگار تھے۔ میر انیسؔ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی جبکہ مشق سخن کے لیے اپنے والد سے تربیت پائی۔ کچھ عرصہ فیض آباد میں قیام پذیر رہنے کے بعد انیسؔ کا پورا خاندان لکھنؤ چلا آیا اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جنگ آزادی کے بعد جب واجد علی شاہ کو معزول کر دیا گیا تو میر انیسؔ عظیم آباد (پٹنہ) چلے گئے۔ کچھ وقت حیدر آباد دکن میں گزارنے کے بعد آخری عمر میں پھر لکھنو واپس چلے گئے اور وہیں ۱۸۷۴ء میں دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

میر انیسؔ انتہائی خود دار اور وضع دار انسان تھے۔ انھوں نے ہزاروں کی تعداد میں مرثیے، سلام، قطعات و رباعیات رقم کیں۔ ان کے مرثیوں کی پسندیدگی وشہرت کا یہ عالم تھا کہ میر انیسؔ کی مجلس میں ہزاروں ارادت مندوں کا اجتماع رہتا تھا۔

میر انیسؔ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ حسنِ اسلوب کے اعتبار سے میر انیس کے مرثیوں میں بہت روانی، تنوع، رنگارنگی، کلام کی صفائی، لطفِ زبان اور ذخیرۂ الفاظ پایا جاتا ہے۔ میر انیس کے مرثیے محاکات نگاری، واقعہ نگاری اور جذبات نگاری کی عمدہ مثال ہیں۔ "شوقِ شہادت" میں جو ایک طویل مرثیے کا ایک مختصر سا اقتباس ہے، یہ سارے اوصاف بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ مرثیہ نگاری میں میر انیس نے اپنے فن کے جو جوہر دکھائے ہیں وہ بس انھی کا حصہ ہے۔ میر انیس کی فنی عظمت کو تمام بڑے بڑے نقادوں نے تسلیم کیا ہے۔ ان جیسا مرثیہ گو مرثیے کی ساری تاریخ میں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی مجالس میں بالعموم میر انیس ہی کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں جو اپنی اثر آفرینی اور کمال کی منظر نگاری کے باعث عقیدت، محبت اور ذوق و شوق سے سنے جاتے ہیں۔

شوقِ شہادت

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے مُڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہراؑ کے لال کا گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام لکھے ذرا نماز گزاروں میں سب کے نام
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غل چار سو اُٹھے
دُنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

یہ سن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس باندھے عمامہ آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دور
فیّاض، حق شناس، اولوالعزم، ذی شعور خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حسنِ صوت سے حظ برملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو پیدا تنوں سے پیرہنِ یوسفی کی بو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو پرہیز گار و زاہدِ ابرار و نیک خو
پتھر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا کہ ملک ہیں بشر نہیں

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب　　پر تھی رخوں پہ خاک تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب　　ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابوتراب
مہتاب سے رخوں کی' صفا اور ہو گئی
مٹی سے آئنوں میں جلا اور ہوگئی

خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال　　جن میں کئی تھے حضرتِ خیرالنسا کے لال
قاسم سا گلبدن' علی اکبر سا خوش جمال　　اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہر بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

مشق

1- مرثیہ کسے کہتے ہیں؟ مرثیہ کے اجزاء تفصیلاً بیان کریں۔
2- میرانیس کی مرثیہ نگاری پر نوٹ لکھیں۔
3- مرثیہ میں جو منظر پیش کیا گیا ہے اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔
4- مرثیہ کے پہلے بند کی تشریح کریں۔
5- جس نظم کے ہر بند کے چھ مصرعے ہوں اسے مسدّس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ میر انیس کا یہ مرثیہ ہیئت کے اعتبار سے مسدّس ہے۔ اپنی کتاب میں سے مسدّس کی کوئی اور مثال تلاش کر کے لکھیں۔
6- اعراب کی مدد سے مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ واضح کریں۔
قطع' فلک' حمد' فکر' ابر
7- درست بیان کے سامنے (✓) اور غلط بیان کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔
i- ''شوقِ شہادت'' میر انیس کا لکھا ہوا مرثیہ ہے۔
ii- میر انیس نے مرثیے کے علاوہ قصیدے بھی لکھے۔
iii- ''شوقِ شہادت'' ہیئت کے اعتبار سے مسدس ہے۔
iv- میر انیس کی وجہِ شہرت مرثیہ نگاری ہے۔

☆☆......☆☆......☆☆